بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مئی ۲۰۰۸ء

ابن انور رحمہ اللہ کی رحلت................	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	3
مفسر قرآن حضرت صوفی عبدالحمید صاحب سواتیؒ	″ ″ ″	6
درس قرآن کریم................	″ ″ ″	8
درس حدیث................	شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ	10
ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ................	از قلم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ	12
اصلاحی مکاتیب................	فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ	14
خشیت الٰہی کے خواص وآثار................	خلاصہ وعظ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ	16
حیات وخدمات شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ..	مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم قاسمی علیگ	21
سراپا................	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعد صدیقی لاہور	29
مکالمہ بین المذاہب اور اس کا تصور................	خطاب مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم	31
احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ	مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی	34
آداب علم حدیث................	مفتی محمد طاہر مسعود صاحب	37
''خاکوں'' کی خاک................	مولانا سید محمد نعیم ترمذی	39
الاستفتاء................	فقیہ العصر مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ	43
تعارف وتبصرہ................	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	45

☆☆☆☆☆☆☆

مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم قاسمی علیگ

حیات وخدمات

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

مختصر تعارف مقالہ پی، ایچ، ڈی ۲۰۰۱ء، شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، انڈیا

مولانا ظفر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ (۱۳۱۰-۱۳۹۴ھ/۱۸۹۲-۱۹۷۴ء) برصغیر کے ان نامور فضلاء میں تھے جنہوں نے اپنے علمی شہ پاروں سے برصغیر کو ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے علم وادب کو فیضیاب کیا۔ بیسویں صدی میں ایسے ممتاز علماء دین انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں جن میں مولانا ظفر احمد صاحب کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

انہوں نے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برما کے تشنگان علوم کو صرف کتابی علم کی تقسیم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بذات خود ان ممالک میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے کر ہزارہا تلامذہ تیار کئے جن میں سے بیشتر نے نمایاں علمی کارنامے انجام دیئے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی دیوبند کے محلہ دیوان میں پیدا ہوئے جو ان کے جد امجد دیوان لطف اللہ کا بسایا ہوا ہے اور انہیں کے نام سے منسوب ہے۔ ان کے دادا شیخ نہال احمد دیوبند کے اپنے وقت کے مشہور زمیندار اور دارالعلوم دیوبند کی پہلی شوریٰ کے تاسیسی ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی بیشتر عمارتیں انہی کی وقف کردہ زمین پر بنی ہوئی ہیں۔ مولانا کے والد شیخ لطیف احمد نے بھی دارالعلوم دیوبند سے کسب فیض کیا تھا، لیکن وہ عصری علوم خصوصاً انگریزی زبان کے حمایتی ہونے کے باعث ترک وطن کر کے آگرہ مشن (Mission) اسکول میں فارسی پڑھانے پر متعین ہو گئے تھے جس کی وجہ سے مولانا ظفر احمد صاحب کا بچپن والدہ کی گود میں گزرا اور وہ والد کی تربیت سے محروم رہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان کے حقیقی ماموں تھے، بھانجے کی تعلیم وتربیت صحیح خطوط پر کرنے کی غرض سے وہ ایام طفلی میں ہی مولانا ظفر احمد صاحب کو اپنے ساتھ تھانہ بھون لے گئے جہاں مولانا کی تعلیم وتربیت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں شخصیتوں کے مابین گہرے مراسم قائم ہوئے اور مولانا ظفر احمد عثمانی "دیوبندی" کے بجائے "تھانوی" مشہور ہوئے۔

ایام طالب علمی کے ابتدائی زمانہ میں ہی یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اپنے مخصوص علمی ذوق کے سبب آگے چل کر یہ بچہ علمی دنیا میں نام روشن کرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مولانا کی شخصیت علمی شخصیت تھی، لیکن انہیں سیاست میں بھی ایک اہم مقام حاصل رہا۔ مسلم لیگ میں ان کی شرکت کے سبب مسلم لیگ کے وقار میں اضافہ ہوا۔ وہ دوقومی نظریہ کے علم برداروں میں سے تھے، اس کیلئے دامے، درمے، سخنے ہر طرح سے تیار رہے۔ ان کی یہ خدمات تاریخ پاکستان کا اہم باب تصور کی جاتی ہیں، انہیں خدمات کے کسی حد تک اعتراف کے طور پر انہیں تقسیم ملک کے بعد (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) پاکستان کے مشرقی حصہ (موجودہ بنگلہ دیش) کی راجدھانی ڈھاکہ میں سرکاری طور پر رسم پرچم کشائی کا اعزاز حاصل ہوا۔ پاکستان بننے کے بعد وہ اگرچہ سیاسی میدان میں سرگرم عمل نہیں رہے لیکن جب کبھی انہوں نے مذہبی طور پر اپنی ضرورت محسوس کی تو اس میں پیش پیش رہے، چنانچہ پاکستان کو آئینی طور پر اسلامی ملک کا درجہ دیئے جانے کی مانگ سے لے کر قادیانیت کو اسلام مخالف فرقہ قرار دیئے جانے تک جتنی بھی مذہبی سیاسی تحریکات وجود میں آئیں ان میں مولانا نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ عرصہ دراز تک جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے صدر رہے جس کی بنا انہوں نے ہی ڈالی تھی۔

علم وفضل کی دنیا میں مولانا کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، انہوں نے "اعلاء السنن" کی بیس ضخیم جلدوں کے ذریعہ فقہ وحدیث میں اپنی فنی، علمی مہارت کا ثبوت فراہم کردیا ہے جس کی نظیر گزشتہ کئی صدیوں میں بہت کم ملتی ہے۔

اگرچہ یہ خدمات فقہ حنفی کو احادیث سے مستحکم ومستدل کرنے پر موقوف ہیں تاہم اس میں مولانا نے جو علمی مباحث اٹھائے ہیں وہ اپنی جگہ گرانقدر اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی اس خدمت کا اعتراف عرب وعجم کے مختلف علمی حلقوں کی جانب سے کیا گیا۔ ایک طرف مصر کے مشہور حنفی عالم شیخ زاہد الکوثری نے اسے سراہا تو دوسری جانب شام کے مشہور عالم ومحقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اس کی علمیت سے متاثر ہو کر باقاعدہ برصغیر کا سفر کیا اور یہاں کے علماء کرام سے استفادہ کیا اور بالخصوص مولانا کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، اور پھر اس کے مقدمہ پر مزید حواشی کا اضافہ کرتے ہوئے اسے وقیع علمی تالیف ''قواعد فی علوم الحدیث'' کے نام سے پیش کیا جو حدیث کے فنی موضوعات پر ایک اہم کتاب ہے، بعد میں پاکستان کے مشہور ومعروف عالم دین مولانا محمد تقی عثمانی نے اپنی تحقیقات وتعلیقات سے اس کی

علمی شان کو دوبالا کر دیا۔

مولانا کو جہاں فقہ وحدیث پر عبور حاصل تھا وہیں عربی شعروادب سے متعلق بھی ان کا ذوق اعلیٰ تھا۔ آپ کا زیادہ تر علمی سرمایہ عربی زبان میں ہی ہے، خصوصاً عربی زبان میں آپ کے نعتیہ قصائد، تقاریظ اور مراثی وغیرہ کافی تعداد میں ہیں جو اس وقت کے علمی جرائد میں یا مختلف کتابچوں کی صورت میں شائع ہوتے رہے، اوراس کا بھی قوی امکان ہے کہ مولانا کی بہت سی شعری تخلیقات مجلات ورسائل کے صفحات میں دبی پڑی ہوں گی۔

اس زاویہ سے اس عبقری شخصیت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ ہمیں "ہشت پہلو" شخصیت دکھائی دے گی، لیکن افسوس اس کا ہے کہ اس جلیل القدر ذات کی علمی، ملی اور سیاسی خدمات کا جس انداز سے اعتراف ہونا چاہئے تھا وہ نہ ہوسکا، اورآج حالت یہ ہے کہ نئی نسل ان کے تعارف اور خدمات کو قابل اعتناء ہی نہیں سمجھتی۔

میں نے جب تحقیقی مقالہ لکھنے کیلئے مولانا اوران کے دیگر معاصرین علماء کا مطالعہ کیا تو مجھے مولانا کی شخصیت کئی حیثیتوں سے جاذب نظر معلوم ہوئی جس کی وجہ سے میں نے محض اللہ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے مولانا کی حیات وخدمات کا انتخاب کرلیا۔ کیونکہ ہندوستان میں مولانا کی شخصیت پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی اولیت کا شرف مجھے حاصل ہورہا تھا اسی لئے یہ احساس بھی دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مواد کی عدم فراہمی کے باعث موضوع سے دست کش ہونا پڑے، لیکن نصرت الٰہی پر توکل کرتے ہوئے میں نے اس کام کو اپنے لئے چیلنج سمجھتے ہوئے اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا، واقعۃً اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت ہرہرقدم پر شامل حال رہی جس کی وجہ سے یہ طالب علمانہ حقیر کاوش پیش کرنے کے لائق بنی، اس عنایت بے بہا پر بارگاہ ایزدی میں سراپا سپاس ہوں۔

یہ مقالہ پانچ ابواب کی متعدد فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلا باب جسے "مقدمۃ الکتاب" بھی کہا جاسکتا ہے اس میں عرب وہند کے تعلقات کو موضوع بحث بنایا گیا ہے ۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان وادب کی ہندوستان میں جب بھی بات کی جائے گی تو لازماً ان حالات ومشاہدات کا مطالعہ کرنا ہوگا جن کے تناظر میں اس قدیم غیرملکی زبان کو اپنے رشتے استوار کرنے کے مواقع ملے۔

اس لحاظ سے ہم نے پہلے باب میں چھ فصلیں قائم کیں۔ پہلی فصل میں (ماقبل اسلام) عرب قوموں کے ہندوستانیوں سے تعلقات اور باہمی تجارتی رشتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، ہندوستان کے قدیم قبائل زط، تکاکرہ، میدوغیرہ اسلام کی آمد سے سینکڑوں سال پہلے سے عرب ملکوں میں آباد تھے، عرب کے باشندے تجارتی اسباب کی خرید وفروخت کے سلسلے میں ہندوستان آتے جاتے تھے، اسی وجہ سے اس زبان سے باشندگان ہند زمانہ قدیم سے متعارف تھے۔

دوسری فصل مابعد اسلام عرب وہند کے تعلقات پر مشتمل ہے۔ اس میں ان تاریخی احوال کو پیش کیا گیا ہے جب نبی اکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں صحابہ کرام نے دیگر اقوام پر اپنے اثرات مرتب کئے۔ حیات نبوی کے آخری عہد اور خلفائے راشدین کے ابتدائی زمانوں میں مختلف تجارتی وفود ہندوستان حسب معمول آئے، یہاں کے تجار بھی عرب گئے۔ مسلمانوں کے معاملات، اخلاق اور حسن معاشرت نے یہاں کے تمدن پر مثبت اثرات ڈالے جس کی وجہ سے اسلام کے ہندوستان میں آنے کے دروازے کھلے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں قرآن کریم کے نزول اور خود اس کی تلاوت کے باعث ثواب ہونے کی وجہ سے باشندگان ہند نے عربی زبان وادب پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔

تیسری فصل ''عربی زبان وادب اور ہندوستان'' میں پہلی صدی ہجری سے ہندوستانیوں کی عربی زبان وادب کے تئیں دلچسپی، ان کی عربی علوم وفنون میں مہارت اور ہندوستان کے عہد بہ عہد مشہور ومعروف شعراء کا نہایت مختصر تعارف کرایا گیا ہے، اور جہاں کہیں ضرورت محسوس کی گئی ان کا نمونۂ کلام بھی پیش کر دیا گیا ہے تاکہ شعرائے ہند کی جانے والی عربی شاعری کا عہد بہ عہد اندازہ ہو سکے۔ یہ فصل لودھی عہد تک کے معروف ادباء وشعراء کے اجمالی تذکروں پر مشتمل ہے۔

چوتھی فصل کی ابتداء ''مغل حکمراں اور عربی زبان وادب'' سے ہوتی ہے۔ اس فصل میں مغلیہ سلطنت کے حکمرانوں کی عربی زبان وادب اور علوم وفنون کے تئیں دلچسپی، اس کے نتیجہ میں ہندوستان میں ان علوم وفنون کی بے پناہ مقبولیت وشہرت اور اس عہد کے عربی زبان وادب سے متعلق کچھ اہم ہندوستانیوں اور ان کی کوششوں اور کاوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ) اور ان کے خاندان کی

اس قرآنی زبان سے خصوصی دلچسپی اوراس کی ترویج واشاعت میں خاندانِ ولی اللّٰہی اور درسگاہ ولی اللّٰہی کے تلامذہ کی مسلسل کی جانے والی کوششوں کا مختصرترین تعارف ہے، جو تقریباً ۱۸۵۷ء کی انقلابی کوشش پرآکرختم ہوتی ہے۔

چھٹی فصل ''دینی مدارس کی نشاۃ ثانیہ اورعربی زبان وادب'' میں ۱۸۵۷ء میں ناکام خونی انقلاب کے بعد مسلمانوں کو پیدا شدہ معاشی، معاشرتی ومذہبی مشکلات اوران کے نتائج میں قائم شدہ دینی مدارس اوران مدارس کے ذریعہ عربی زبان وادب سے خصوصی تعلق کا تذکرہ ہے، یہی وہ سبب ہے کہ ماضی قریب میں ان مدارس سے عربی زبان وادب کے مشہور ادباء وشعراء نے جنم لیا جس کی ایک واضح مثال مولانا ظفر احمد عثمانی بھی ہیں۔اس طریقہ پر پہلا باب چھ فصلوں پر تقسیم ہے۔

دوسرے باب کا تعلق مولانا کے حالات زندگی سے ہے۔اس باب کی پہلی فصل میں مولانا کے آبائی وطن دیوبند کے سلسلہ میں کچھ تاریخی معلومات فراہم کی گئی ہیں، نیز مولانا کے خاندان کے کچھ مشہور افراد کا مجمل تذکرہ وتعارف بھی ہے۔

دوسری فصل میں ''پیدائش اورتعلیم وتربیت'' موضوع بحث ہے۔اس میں مولانا کی پیدائش، بچپن، تھانہ بھون منتقلی، تعلیم وتربیت، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق کا تذکرہ ہے۔

اس باب کی تیسری فصل مولانا کی تدریسی مصروفیات سے متعلق ہے، جس میں مولانا کے مختلف مدارس وجامعات میں درس وتدریس اوران سے فیض یافتگان نمایاں شاگردوں کا ذکر ہے۔اس میں مولانا کی علمی قابلیت اورتدریسی صلاحیتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چوتھی فصل ان کی عائلی زندگی پر مشتمل ہے، جس میں ان کی شادی، اولاد وغیرہ کا مختصر سرسری تذکرہ ہے۔اس باب کو ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے کیونکہ ان کے تفصیلی حالات جاننے کیلئے ''تذکرۃ الظفر'' دستیاب ہے۔ہماری زیادہ تر کوشش یہ رہی ہے کہ مولانا کی حیات سے متعلق ان گوشوں پر زیادہ روشنی ڈالی جائے جوان کی عملی زندگی سے متعلق ہیں، اسی وجہ سے ہم نے مولانا کی سیاسی زندگی کو باقاعدہ باب کی شکل دی ہے۔

تیسرے باب کی پہلی فصل میں مولانا کی سیاسی زندگی کے پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس فصل میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو جن حالات کا شکار ہونا پڑا اوراس

کے نتیجہ میں جن مختلف سیاسی جماعتوں کا وجود عمل میں آیا اور پھر ان جماعتوں نے مسلمانوں پر جو اثرات مرتب کئے ان کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے تا کہ ایک علمی شخصیت کے اچانک سیاسی میدان میں کود جانے کی وجوہات کا پتہ لگ سکے۔

دوسری فصل "مولانا ظفر احمد صاحب کی سیاسی خدمات" کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس فصل میں مولانا ظفر احمد صاحب کی ان کوششوں اور کاوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے جو انہوں نے مسلم لیگ کے تئیں انجام دیں جن کے نتیجہ میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا، سلہٹ ریفرنڈم اور لیاقت کاظمی الیکشن کے موقع پر مولانا نے جو جدوجہد کی اس کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں مولانا ظفر احمد عثمانی اور ان کے ہم خیال دیگر علمائے کرام کی قیام پاکستان کے سلسلے میں کی گئی مخلصانہ کوششوں نیز ان کے اس مطالبہ سے اختلاف رکھنے والے علمائے کرام کی اخلاص کے ساتھ کی گئی مخالفانہ مساعی کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے خصوصی طور پر مولانا کی مثالی کوششوں کا بے لاگ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل میں مولانا کی ان کوششوں کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے جو انہوں نے پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد موقع بہ موقع انجام دیں۔قیام پاکستان کے بعد مولانا اگر چہ یکسوئی کی زندگی اختیار کر کے اپنے دیرینہ علمی وادبی ذوق کی آبیاری کرتے ہوئے درس وتدریس میں مشغول ہو گئے تھے لیکن جب کبھی بھی انہوں نے مخالف طبقہ کی طرف سے کی جانے والی لامذہبی یلغار کو محسوس کیا تو وہ اس کی مخالفت میں سدراہ بن گئے۔اس سلسلہ میں مولانا کی خدمات کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں مولانا کی علمی وادبی خدمات کی وضاحت کی گئی ہے جو تین فصلوں میں منقسم ہے۔پہلی فصل میں مولانا کے مطبوعہ اردو مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے جو بحث ومباحثہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں سود، اسلام میں نظام جاگیرداری، شاہ ولی اللہ دہلوی کی حکمت، ہندو پاک میں رہنے والے شوہر بیوی کے درمیان طلاق وغیرہ کے مسائل و مضامین ہیں جو اپنے دور میں علماء کرام کے درمیان موضوع بحث بنے رہے۔چونکہ نئے زمانہ کے ساتھ ان موضوعات کے تئیں نئے نئے مسائل جنم لے رہے تھے اس لئے ان مسائل سے متعلق علماء نے اپنی اپنی فکر کے مطابق آراء پیش کیں جنہوں نے بحث ومباحثہ کی شکل اختیار کر لی جن کے نتیجہ میں بہت سے علمی نکات منظر عام پر آئے۔مولانا نے ایک عالم دین

ہونے کے ناطے شرعی حدود اور شرعی تقاضوں کے مدنظر یہ مضامین لکھے۔اس فصل میں انہیں مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس باب کی دوسری فصل مولانا کی اردو تصنیفات وتالیفات اور تراجم سے متعلق ہے۔مولانا نے جب عوامی رہنمائی کی خاطر کسی کتاب کی تصنیف،تالیف یا کسی مفید عربی کتاب کے ترجمہ کی ضرورت محسوس کی تو اسے شبانہ روز کی محنت وکاوش سے عوام کے سامنے پیش کردیا۔اس فصل میں انہیں مطبوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

تیسری فصل مولانا کی عربی تصنیفات وتالیفات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس فصل میں مولانا کی عربی مطبوعات خصوصاً فقہ حنفی کی معتبر ترین ذخیرۂ احادیث پر مشتمل ان کی مشہور ومعروف تالیف ''اعلاءالسنن'' کا قدرے تفصیلی تعارف ہے،کیونکہ بیرون ہند بالخصوص علمائے عرب کے علمی حلقوں کے درمیان مولانا کے تعارف کا ذریعہ یہی کتاب بنی،جس نے انہیں عالمی شہرت ومقبولیت عطا کی۔علاوہ ازیں تفسیر،فتاویٰ اور دیگر موضوعات پر مشتمل ان کی دوسری عربی مطبوعات کا بھی تعارف کرایا گیا ہے۔

پانچویں باب میں مولانا کی عربی شاعری پر بحث کی گئی ہے۔فی الحقیقت یہی باب اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد ہے۔یہ باب پانچ فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلی فصل نعت نبوی پر مشتمل ہے۔مولانا نے حضور اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار ہوکر زبان رسول مقبول ﷺ (عربی) میں نعتیہ قصائد کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا جو ''نور علیٰ نور'' اور ''وسیلۃ الظفر'' کے عنوان سے منظر عام پر آچکے ہیں۔اول الذکر میں دو قصائد ہیں جبکہ مؤخر الذکر ایک طویل قصیدہ ہے،جن کا اس فصل میں جائزہ لیا گیا ہے۔نیز مولانا کے فنی محاسن اور قصائد میں مذکورہ قرآنی تلمیحات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسری فصل مدحیہ قصائد پر مشتمل ہے۔ان قصائد میں مختلف شخصیات کی خصوصیات کو منظوم کیا گیا ہے۔ان میں سے جو قصائد ہمیں دستیاب ہوسکے ان کو ضروری تذکروں کے ساتھ اس فصل میں شامل کردیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں وہ مراثی پیش کئے گئے ہیں جن میں مولانا نے اپنے اعزہ،احباب اور پیرومرشد کی وفات پر مختلف اوقات میں اپنے رنج وغم کا اظہار کرنے کی خاطر نظم کئے ہیں۔یہ مراثی بھی

مولانا کی شاعری کا مرتبہ متعین کرنے میں کلیدی حیثیت کے حامل ہیں۔

چوتھی فصل میں وہ تقاریظ ہیں جو مولانا نے اپنے متعلقین کی کتابوں کی تعریف وتوصیف میں نظم کی ہیں۔

پانچویں فصل میں مولانا کی شاعرانہ خوبیوں کی تحلیل وتجزیہ ہے۔اصلاً یہ ان کی شاعری کے محاسن ومعائب کا ایک طالب علمانہ تنقیدی مطالعہ ہے جسے اس مقالہ کا تتمہ بھی کہا جاسکتا ہے۔

بہرحال ہم نے اس مقالہ میں مولانا کی علمی خدمات کو ضمناً اور ادبی خدمات کو موضوعاً زیادہ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جو اس سے قبل ہماری معلومات کے مطابق نہیں کی گئی تھی۔اس کوشش میں ہم کہاں تک کامیاب رہے اور کہاں تک ناکام؟ اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے۔

ہمیں اس مقالہ کی تیاری میں جن مشکلات سے گزرنا پڑا ان کا تذکرہ بالکلیہ فضول معلوم ہوتا ہے،لیکن سب سے بڑا وقت طلب مسئلہ یہ رہا کہ مولانا سے متعلق علی گڑھ میں مواد دستیاب نہیں ہوا جس کی وجہ سے ہمیں دہلی،دیوبند،سہارنپور،کاندھلہ،تھانہ بھون وغیرہ کے مختلف اداروں اور متفرق ذاتی کتب خانوں میں ورق گردانی کرنی پڑی۔بسااوقات یہ بھی ہوا کہ کئی کئی دن کی محنت کے بعد بھی مطلوبہ چیز نہیں مل سکی،تاہم مختلف علمی حلقوں اور علم دوست حضرات کی رہنمائی سے یہ مقالہ تکمیل تک پہنچا جو بہرطور شکریہ کے مستحق ہیں اور جن کیلئے صمیم قلب سے دعاؤں کی سوغات کے علاوہ کچھ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔

اخیر میں ہم اس حقیقت کا اعتراف لازمی تصور کرتے ہیں کہ پیش نظر مقالہ خالصۃً طالب علمانہ کوشش ہے،علم وتحقیق کی رو سے اس میں بہت سی خامیاں اور کوتاہیاں نظر آئیں گی،اس لئے ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ اسے اسی نظریہ سے دیکھیں اور جو نقائص نظر آئیں ان کی نشان دہی فرماتے ہوئے حوصلہ افزائی فرمائیں۔

ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

عبید اقبال عاصم
ریسرچ سکالر،شعبہ عربی،مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ